# 119740 ـ کیا بیوی پر خاوند کی خدمت کرنا واجب ہے ؟

**سوال**

ہم اکثر سنتے ہیں کہ فلاں نے چھوٹے سے سبب کی بنا پر بیوی کو طلاق دے دی یا پھر بیوی کو زدکوب کیا، مثلا بیوی نے کھانا نہیں پکایا، یا کھانا لیٹ ہو گیا یا کھانا جل گیا، جب خاوند کو پوچھیں کہ ایسا کیوں کیا تو جواب دیتا ہے بیوی نے شرعی واجب میں سستی سے کام لیا ہے.
لیکن کیا آپ میں سے کسی نے یہ سوچا کہ آیا بیوی پر خاوند کی خدمت کرنے کا شرعی حکم کیا ہے ؟
آیا بیوی پر شرعا خاوند کی خدمت اور کھانا پکانا یا لباس دھونا واجب ہے یا نہیں ؟
کیونکہ جمہور علماء کرام کے قول کے مطابق بیوی پر خاوند کی ان امور میں خدمت کرنا واجب نہیں، لیکن اسے بغیر کسی جبر کے اختیار ہے وہ اپنی مرضی سے کر سکتی ہے میرا سوال یہ ہے کہ آیا یہ بات صحیح ہے ؟

**پسندیدہ جواب**

الحمد للہ.

بیوی پر خاوند کی خدمت کے واجب ہونے میں فقہاء کرام کا اختلاف پایا جاتا ہے، جمہور علماء کرام اسے واجب قرار نہیں دیتے، لیکن بعض اہل علم اسے واجب کہتے ہیں.

الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ میں درج ہے:

" فقہاء کرام کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ بیوی کے لیے اپنے خاوند کی گھر میں خدمت کرنا جائز ہے، چاہے وہ ان عورتوں میں شامل ہوتی ہو جو اپنی خدمت خود کرتی ہوں یا نہ کرنے والی میں شامل ہوتی ہو، لیکن خدمت واجب ہونے میں فقہاء کرام کا اختلاف پایا جاتا ہے.

جمہور علماء کرام جن میں شافعیہ حنابلہ اور بعض مالکیہ شامل ہیں کے ہاں بیوی پر اپنے خاوند کی خدمت کرنا واجب نہیں، لیکن اس کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ عادت اور رواج کے مطابق خدمت کرے.

احناف کے ہاں بیوی پر خاوند کی خدمت کرنا واجب ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ اور علی رضی اللہ تعالی عنہما کے مابین کام تقسیم کرتے ہوئے گھریلو کام کی ذمہ داری فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا پر اور باہر کے اعمال علی رضی اللہ تعالی عنہ پر ڈالی تھی.

اس لیے احناف کے ہاں بیوی کے لیے خاوند کی خدمت کرنے کی اجرت حاصل کرنا جائز نہیں ہے.

لیکن جمہور مالکی حضرات اور ابو ثور اور ابو بکر بن ابی شیبہ اور ابو اسحاق جوزجانی کہتے ہیں کہ بیوی کو گھریلو کام رواج اور عادت کے مطابق کرنا لازم ہیں، کیونکہ فاطمہ اور علی رضی اللہ تعالی عنہما کے مابین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو کام کاج تقسیم کر دیے تھے، کہ فاطمہ گھر کے اندر والے اور علی باہر کے کام سرانجام دیں گے.

اور اس لیے بھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" اگر میں کسی شخص کو کسی دوسرے کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے، اور اگر آدمی اپنی بیوی کو جبل احمر سے جبل اسود تك جائے، اور جبل اسود سے جبل احمر تك جائے تواسے ایسا کرنا ہوگا "

جوزجانی کہتے ہیں: یہاں جو اطاعت ہے و ہ ایسی چیز میں ہے جس کا کوئی خاوند کو فائدہ نہیں لیکن اگر خاوند کی معاش کا مسئلہ ہو تو پھر وہاں اطاعت کیسے نہ ہوگی.

اور اس لیے بھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کو اپنی خدمت کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کرتے تھے:

" عائشہ مجھے کھانا کھلاؤ، عائشہ مجھے ذرا چھری پکڑاؤ اور اسے پتھر پر تیز کر دو "

امام طبری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" ہر وہ عورت جو گھر میں روٹی پکا سکتی ہو یا آٹا پیس سکتی ہو اور رواج ہو کہ وہ عورت گھر میں یہ کام خود کرے تو خاوند پر یہ کام لازم نہیں ہونگے " انتہی.

دیکھیں: الموسوعة الفقهية ( 19 / 44 ).

موسوعة میں یہ بھی درج ہے:

" مالکیہ کا مسلك مزید وضاحت سے بیان کرتے ہیں:

" .. لیکن اگر وہ امیر ترین گھرانے سے تعلق رکھتی ہو تو اس پر خدمت واجب نہیں، اور اگر خاوند فقیر الحال ہو تو خدمت کریگی " انتہی

دیکھیں: الموسوعة الفقهية الكويتية ( 30/ 126 ).

خدمت لازم ہونے کی تاکید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اگر معاشرے میں بیوی اپنے خاوند کی خدمت کرتی ہو اور لوگوں میں عادت اور رواج ہو اور شادی میں خدمت نہ کرنے کی شرط نہ لگائی گئی ہو تو بیوی کو خدمت کرنا ہوگی، کیونکہ اس کا اسی طرح شادی قبول کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ خدمت کرنا بھی قبول کر رہی ہے، اگر قبول نہ کرتی تو شادی میں شرط رکھتی، اس لیے کہ عرف اور عادت و رواج شرط لگانے کے مترادف ہے.

اہل علم کی ایک جماعت نے بیوی کے لیے خاوند کی خدمت کرنا واجب بیان کرنے کے ساتھ اس کے دلائل بھی ذکر کیے ہیں.

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" بیوی پر اپنے خاوند کی اچھے طریقہ سے مثل بمثل خدمت واجب ہے، اور یہ حالات کے مطابق مختلف ہوگی، لہذا ایک دیہاتی عورت کی خدمت شہری عورت کی طرح نہیں، اور طاقتور عورت کی خدمت کمزور عورت جیسی نہیں، ہمارے اصحاب میں سے ابو بکر بن ابی شیبہ اور جوزجانی نے یہی کہا ہے " انتہی

الاختیارات ( 352 ).

اور ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" فصل: عورت کا اپنے خاوند کی خدمت کرنے کے بارہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم:

ابن حبیب " الواضحہ " میں کہتے ہیں: جب علی اور فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہما نے خدمت کے بارہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کی تو رسول کریم صلی اللہ نے ان کے درمیان یہ فیصلہ کیا کہ فاطمہ باطنی گھر کے کام کاج کرے اور علی ظاہری باہر والے کام کرے.

پھر ابن حبیب کہتے ہیں: باطنی خدمت یہ ہے کہ: آٹا گوندھنا، اور روٹی پکانا، صفائی کرنا پانی وغیرہ لانا اور گھر کا سارا کام کاج کرنا.

صحیح بخاری اور مسلم میں مروی ہے کہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چکی پیس کر ہاتھ خراب ہونے کی شکایت کرنے آئیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ کو گھر میں نہ پایا، اور انہوں نے اس کا عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے ذکر کیا، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے تو عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے انہیں فاطمہ کے آنے کا بتایا.

علی رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں: ہم اپنے بستر میں لیٹ چکے تھے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہم نے اٹھنا چاہا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اپنی جگہ ہی رہو، آپ ہمارے درمیان آ کر بیٹھ گئے حتی کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کی ٹھنڈك اپنے پیٹ پر محسوس کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" جس چیز کا تم نے مطالبہ کیا ہے کیا میں تمہیں اس سے بھی بہتر چیز نہ بتاؤں ؟

جب تم اپنے بستر پر آؤ تو 33 بارسبحان اللہ اور 33بار اور 33 بار اللہ اکبر کہو تو یہ تمہارے لیے خادم سے بھی بہتر ہے.

علی رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں: اس کے بعد میں نے کبھی بھی یہ عمل ترك نہیں کیا.

عرض کیا گیا: صفین والی رات بھی ترك نہیں کیا؟ تو انہوں نے فرمایا: صفین والی رات بھی ترك نہیں کیا "

اور صحیح حدیث میں اسماء رضی اللہ تعالی عنہا سے ثابت ہے کہ وہ اپنے خاوند زبیر رضی اللہ تعالی عنہ کے سارے گھر کی خدمت کیا کرتی تھی، اور ان کے گھوڑے کو چارا ڈالتی اور اس کی دیکھ بھال کرتی "

اسماء رضی اللہ تعالی عنہا سے ثابت ہے کہ وہ گھوڑے کو چارا ڈالتیں اور پانی لاتیں اور آٹا گوندھتی تھیں، اور دو ثلث فرسخ کی مسافت سے سر پر کھجور کی گٹھلیاں اٹھا کر لاتیں.

اس میں فقھاء کرام کا اختلاف پایا جاتا ہے سلف اور خلف رحمہ اللہ میں سے ایك گروہ گھر کی مصلحت والے کام کاج واجب قرار دیتے ہیں، ابو ثور کا کہنا ہے: بیوی اپنے خاوند کی ہر چیز میں خدمت کریگی.

لیکن ایك گروہ کسی بھی چیز میں خدمت واجب نہیں کرتا، ان میں امام مالك امام شافعی اور ابو حنیفہ اور اہل ظاہر شامل ہیں، ان کا کہنا ہے کہ عقد نکاح تو استمتاع اور فائدہ کا متقاضی ہے نہ کہ خدمت کا، ان کا کہنا ہے اس سلسلہ میں مذکورہ احادیث تو نفلی اور مکارم اخلاق پر مبنی ہیں اس میں وجوب کہاں سے ثابت ہوتا ہے ؟

لیکن خدمت واجب کہنے والوں نے دلیل اس سے لی ہے کہ یہی عادت اور معروف ہے جنہیں اللہ نے مخاطب کیا رہی عورت کہ وہ آرام کرے اور اس کا خاوند گھر کی صفائی کرتا پھرے اور خدمت کرے آٹا پیس کر گوندھے اور کپڑے دھوئے اور گھر کے سارے کام کرتا پھرے یہ تو ایك برا کام ہے.

اور پھر اللہ سبحانہ و تعالی کا فرمان تو یہ ہے:

اور ان عورتوں کو بھی ویسے ہی حقوق حاصل ہیں جس طرح ان کے حقوق ہیں اچھے طریقہ کے ساتھ البقرة ( 228 )
.

اور ایك دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالی ہے:

مرد عورتوں پر نگران ہیں النساء (34).

اور جب عورت اپنے خاوند کی خدمت نہ کرے، بلکہ خاوند اپنی بیوی کا خادم ہو اور وہ خدمت کرے تو کیا یہ اس خاوند کی اپنی بیوی پر نگرانی و حکرانی ہے.

اور یہ بھی کہ مہر تو عورت کی شرمگاہ اور اس سے استمتاع کے حصول کے مقابلہ میں ہے، اور خاوند و بیوی میں سے ہر ایك دوسرے سے اپنی حاجت و ضرورت پوری کرتا ہے اور اللہ تعالی نے بیوی کا نان و نفقہ اور اس کی رہائش اور لباس وغیرہ تو استمتاع اور خدمت اور جو خاوندوں کی عادت ہے کے مقابلہ میں واجب کیا ہے.

اور یہ بھی کہ مطلق معاہدے اور عقد تو عادات کے مطابق ہوتے ہیں اور انہیں عادات پر محمول کیا جاتا ہے، اور عرف اور رواج تو یہی ہے کہ عورت اپنے خاوند کی خدمت کرتی اور گھر کے کام کاج کرتی ہے.

ان کا یہ کہنا کہ فاطمہ اور اسماء رضی اللہ تعالی عنہما کی خدمت تو احسان و نیکی اور نفلی طور پر تھی، اس کا رد یہ ہے کہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا خدمت کی بنا پر تکلیف اٹھاتی تھیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ تعالی عنہ کو یہ نہیں فرمایا کہ خدمت کرنا اس پر لازم نہیں بلکہ خدمت تو تمہیں کرنی چاہیے.

کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حکم اور فیصلہ میں کسی کی طرف مائل نہیں ہوتے تھے، اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسماء رضی اللہ تعالی عنہا کو سر پر چارا اٹھائے ہوئے دیکھا اور زبیر رضی اللہ تعالی عنہ بھی ان کے ساتھ تھے تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ: اس پر خدمت کرنا فرض نہیں، اور یہ ظلم ہے، بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خدمت کو صحیح قرار دیا، اور سب صحابہ کرام نے بھی اپنی بیویوں سے خدمت کرانا صحیح قرار دیا، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ کچھ اسے ناپسند بھی کرتی ہیں اور کچھ رضامند بھی ہیں، اس میں کوئی شك و شبہ والی بات ہی نہیں ہے.

اور کسی گھٹیا اور شریف اور اسی طرح مالدار اور فقیر و محتاج میں فرق کرنا صحیح نہیں، دیکھیں سب سے شان و شرف و الی عورت اپنے خاوند کی خدمت کر رہی ہے، اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خدمت کی شکایت لے کر حاصل ہوتی ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی شکایت نہیں سنی.

اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں عورت کو قیدی کا نام دیتے ہوئے فرمایا:

" تم عورتوں کے متعلق اللہ کا تقوی اختیار کرو، یقینا وہ عورتیں تمہارے پاس قیدی ہیں "

العانی: قیدی کو کہا جاتا ہے، اور قیدی کا رتبہ یہی ہے کہ وہ جس کی قید میں ہے اس کی خدمت کرے، اور اس میں

بھی كوئى شك و شبہ نہيں كہ نكاح قيد اور غلامى كى ايك قسم ہے، جيسا كہ سلف رحمہ اللہ نے كہا ہے: نكاح غلامى ہے اس ليے تمہيں يہ ديكھنا ہوگا كہ وہ اپنى عزيزہ لڑكى كو كس كى غلامى اور قيد ميں دے رہا ہے، منصف شخص كے ليے مسلك ميں راجح قول مخفى نہيں رہا، اور دليل كے اعتبار سے كيا قوى ہے وہ بھى واضح ہوچكا ہے " انتہى

ديكھيں: زاد المعاد ( 5 / 186 ).

شيخ ابن عثيمين رحمہ اللہ كہتے ہيں:

" بيوى كا اپنے خاوند كى خدمت كا مسئلہ عرف اور رواج كى طرف رجوع كرتا ہے، جو عرف اور رواج ميں ہو كہ بيوى اپنے خاوند كى خدمت كرتى ہو اس ميں اس پر خاوند كى خدمت كرنا واجب ہے، اور جس ميں خدمت كا رواج اور عرف نہ ہو اس ميں واجب نہيں ہوگى، اور يہ جائز نہيں ہے كہ خاوند اپنے والدين كى خدمت پر بيوى كو مجبور كرے، اور اگر بيوى اپنى ساس اور سسر كى خدمت نہيں كرتى تو خاوند كو ناراض ہونے كا حق نہيں ہے.

اسے اس سلسلہ ميں اللہ سےڈرنا اور اللہ كا تقوى اختيار كرنا، وہ اس ميں اپنى طاقت اور قوت كا مظاہرہ نہ كرے كيونكہ اللہ تعالى اس سے بھى زيادہ طاقت ركھتا ہے، اور وہ بہت ہى بلند و بالا ہے.

اللہ تعالى كا فرمان ہے:

اگر بيوياں تمہارى اطاعت كرنے لگيں تو پھر تم ان پر كوئى راہ تلاش مت كرتے پھرو، يقينا اللہ تعالى بہت ہى بلند و بالا ہے انتہى

ماخوذ از: فتاوى نور على الدرب.

اور الشرح الممتع ميں شيخ ابن عثيمين رحمہ اللہ كہتے ہيں:

" صحيح يہى ہے كہ بيوى پر اپنے خاوند كى بہتر اور اچھے طريقہ سے خدمت كرنے كو لازم كيا جائيگا " انتہى

ديكھيں: الشرح الممتع ( 12 / 441 ).

شيخ ابن جبرين رحمہ اللہ سے درج ذيل سوال دريافت كيا گيا:

كيا بيوى پر اپنے خاوند كے ليے كھانا پكانا واجب ہے ؟

اور اگر وہ نہيں پكاتى تو كيا نافرمان كہلائيگى ؟

شیخ رحمہ اللہ کا جواب تھا:

" مسلمانوں میں ابھی تك یہی عرف اور رواج ہے کہ بیوی اپنے خاوند کی عادت کے مطابق خدمت کرتی ہے، اس کے لیے کھانا پکاتی اور اس کے کپڑے دھوتی اور گھر کے برتن وغیرہ صاف کرتی اور گھر کی صفائی بھی کرتی ہے، اور ہر وہ کام جو اس کے مناسب ہو انجام دیتی ہے.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے آج تك یہی عرف اور رواج چل رہا ہے اس کا کوئی انکار نہیں کرتا، لیکن بیوی کو ایسا کام کرنے کی مکلف نہیں کرنا چاہیے جس میں اس کے لیے مشقت ہو وہ اس کے لیے مشکل ہو، بلکہ عادت اور قدرت و استطاعت کے مطابق ہونا چاہیے، اللہ تعالی ہی توفیق دینے والا ہے " انتہی

دیکھیں: فتاوی العلماء فی عشرۃ النساء ( 20 ).

اس سے یہ راجح ہوا کہ عادت اور عرف کے مطابق خاوند کی خدمت کرنا واجب ہے، اور عورت کو گھریلو کام کاج کرنا ہوگا، اسی طرح خاوند گھر کے باہر کے کام جس میں کمائی وغیرہ شامل ہے سرانجام دےگا.

جو شخص جمہور علماء کرام کے قول خدمت واجب نہ ہونے کو لیتا ہے اسے ہم یہ کہیں گے کہ جمہور علماء کرام تو بیوی کے بیمار ہونے پر خاوند کو علاج کرانا بھی واجب نہیں کہتے کیونکہ ان کا کہنا ہے یہ بنیادی اور اساسی ضرورت نہیں، یا پھر نفقہ تو نفع کے مقابلہ میں ہے، اور علاج معالجہ تو اصل جسم کی حفاظت کے لیے ہے.

لیکن جو یہ دیکھے کہ اس دور میں تو علاج معالجہ اساسی اور بینادی ضرورت بن چکی ہے اس کے لیے یہی واضح ہوگا کہ بیوی کا علاج معالجہ کرانا واجب ہے.

سوال نمبر ( 83815 ) کے جواب میں اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے آپ اس مطالعہ کریں.

اور یہ سوچا جائے کہ اگر بیوی نے گھر کے کام کاج نہیں کرنے تو اور کون کریگا ؟

کیونکہ خاوند تو سارا دن کمائی میں مشغول رہتا ہے، اور اکثر لوگ گھر میں ملازمہ رکھنے اور اس کی اجرت برداشت کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے.

اور اگر عورتیں خاوند کی خدمت نہ کریں اور گھریلو کام کاج سے انکار کر دیں تو مرد ان سے شادی کرنے سے ہی اعراض کرنے لگیں گے، یا پھر وہ عقد نکاح میں خدمت کی شرط رکھیں گے تا کہ کوئی اشکال ہی نہ رہے.

واللہ اعلم